رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... ے

قیمت پرانا پرچہ (۴/)

ہفتہ وار مملکت

ایڈیٹر: میر حسن الدین

رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... ے

قیمت فی پرچہ (۲/)

جلد (۹) | ۲۴ اسفندار ۱۳۵۹ف | ۳ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ روز یکشنبہ | ۲۲ جنوری سنہ ۱۹۵۰ء | نمبر (۴۰ ، ۳۱)

انڈونیشیا کی آزادی

ایک نئی جمہوریت کا قیام

اگست ۱۹۴۵ء کے بعد ۲۷ دسمبر ۱۹۴۹ء بھی انڈونیشیا کی تاریخ میں بلکہ دنیا کی تاریخ میں یادگار حیثیت کی حامل ہو گئی جب کہ اس دن شام کے وقت جنوب مشرقی ایشیا کے ان چھوٹے موٹے جزائر میں جو مجموعی طور پر انڈونیشیا کہلاتے ہیں، سامراجی حکومت کا سورج ڈوب گیا اور وہ شام سات کروڑ انڈونیشیوں کے لئے زندگی کی ایک نئی صبح بن گئی۔ انڈونیشیا کے حق میں اقتدار منتقل کرنے کے قانون پر ایک روح پرور منظر میں ہالینڈ کی ملکہ جولیانہ کے دستخط کرنے کے ساتھ ایمسٹرڈم میں گھنٹیاں بجتی رہیں۔ یہ گھنٹیاں ایک متمول ولندیزی شرق الہند کی نوآبادیاتی شہنشاہیت کے خاتمہ اور ایک نئی اتحاد اور متحدہ مملکت کے جنم لینے کا اعلان کر رہی تھیں۔ ایمسٹرڈم میں اقتدار کی منتقلی کا رسم شاہی محل میں انجام پایا۔ اس رسم میں جملہ (۲۰۵) افراد شریک تھے جن میں انڈونیشی نمائندوں، ہالینڈ کے حکومت کے کابینہ اور بیرونی ممالک کے سفرا کے علاوہ صحیفہ نگار بھی شامل تھے۔ منتقلی اقتدار کے رسم کا آغاز اس وقت ہوا جبکہ ولندیزی کابینہ، وزیر اعظم ولیم ڈریس کی قیادت میں محل میں داخل ہوئی۔ کابینہ کی آمد سے پہلے محل کے درمیان ایک آتشیں میز پر بارہ ارکان پر مشتمل انڈونیشی وفد وزیر اعظم ڈاکٹر محمد عطا کی قیادت میں آکر ٹھیر چکا تھا۔ وفد کے پیچھے سفارتی اور دوسرے نمائندے موجود تھے۔ ملکہ جولیانہ اپنے شوہر پرنس برن ہارڈ کے ساتھ ایک جلوس کی صورت میں محل کے اس ہال میں داخل ہوئیں جہاں کہ منتقلی اقتدار کا رسم انجام پانے والا تھا۔ تمام حاضرین کے سامنے ملکہ نے اقتدار کی منتقلی کی دستاویز پڑھ کر سنادی اور اس پر دستخط کر دی۔ اور اسی دم انڈونیشیا سامراجی چنگل سے آزاد ہو گیا۔

اس کے بعد ملکہ جولیانہ نے ایک مختصر سی تقریر کی اپنی تقریر میں ملکہ نے کہا کہ انڈونیشیا کی آزادی عصر حاضر کا ایک اہم ترین واقعہ ہے جس میں دوستی اور خلوص سب سے زیادہ نمایاں اور ممتاز ہیں۔ ہالینڈ کا ہر شخص اقتدار کی اس منتقلی سے متفق ہے اور پوری طرح محسوس کرتا ہے کہ نئی جمہوریت ایک انتہائی گراں بار اپنے کندھوں پر لے رہی ہے اور جب بھی وہ ہم سے امداد چاہے گی تو ہمیں پس و پیش نہ ہوگا۔ آج سے ہالینڈ یا انڈونیشیا مخالف نہیں ہیں۔ بلکہ دوش بدوش ہیں اور دونوں میں پرامن تعاون کا ایک دیو دار آغاز ہو رہا ہے۔ ملکہ کی اس تقریر کا ترجمہ انڈونیشی زبان میں کیا گیا اور نشر کی گئی۔ اقتدار کا جائزہ لیتے ہوئے انڈونیشیا کے وزیر اعظم ڈاکٹر محمد عطا نے بھی اس موقع پر ایک تقریر کی انھوں نے کہا کہ نئی مملکت کی جانب سے اقتدار قبول کرنا میرے لئے ایک عظیم الشان اعزاز ہے مجھے توقع ہے کہ دونوں ممالک میں اب آئندہ سے ایسے گہرے دوستانہ تعلقات قائم رہیں گے جو دونوں کی مرفہ الحالی کا باعث ہوں گے۔ اقتدار کی منتقلی کے بعد انڈونیشی وفد کو ملکہ نے لنچ کے لئے مدعو فرمایا۔

ادھر انڈونیشیا کے صدر مقام بٹاویا میں بھی اقتدار کی منتقلی کی رسم ادا کی گئی۔ بٹاویہ میں نمائندہ تاج و گورنر جنرل کے محل میں انڈونیشیا کی آزادی کا اعلان کیا گیا قائم مقام وزیر اعظم سلطان جوگیا کرتہ نے نئی جمہوریت کی جانب سے اقتدار قبول کرتے ہوئے کہا کہ انڈونیشیا ایک نئے دور کا سامنا کر رہا ہے جو بہت سی مشکلات لئے ہوئے ہے۔ لیکن ہم ایک مضبوط دل کے ساتھ ان تمام مشکلات کا مقابلہ کریں گے۔ ابھی ابھی جو جنگ ختم ہوئی ہے اس کے دوران میں ہماری قوم میں جرأت اور خود اعتمادی کی ایک نئی روح دوڑ چکی ہے۔ اسی روح کی بدولت ہم احیاء اور تعمیر جدید کی ایک نئی مہم شروع کر دیں گے۔ ہم اس راہ میں ہر ایک ملک اور بالخصوص ہالینڈ کی امداد بخوشی قبول کریں گے۔ انھوں نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا کہ ولندیزی آج سے آپ کے ملک ہی میں نہیں بلکہ آپ کے گھروں میں بھی مہمان ہیں۔ آخر میں انھوں نے انڈونیشیا کی کامیابی کے لئے دعا کی۔

انڈونیشیا کی آزادی کی ایک خاص تقریب دہلی میں منعقد کی گئی۔ نئی دہلی میں انڈونیشی نمائندے ڈاکٹر سودارسونو کی سرکاری قیام گاہ پر انڈونیشیا کا سرخ و سفید پرچم پوری شان و افتخار کے ساتھ لہرایا گیا۔ اس موقع پر انڈونیشی قومی ترانہ گایا گیا۔ اس تقریب میں بیرونی سفرا کے علاوہ پنڈت جواہر لعل نہرو وزیر

(بقیہ صفحہ ۱۰)

اعتذار

گذشتہ ہفتہ عام ہڑتال کی وجہ سے مطبع بند تھا اس لئے اخبار بروقت شائع نہ ہو سکا۔ اب ایک ہفتہ کی تاخیر سے اخبار شائع ہو رہا ہے۔ توقع ہے کہ قارئین اس تاخیر کو معاف فرمائیں گے۔

منیجر

۷۸۶/۹۲
مملکت ہفتہ وار
۲۲ر اسفندار سنہ ۱۳۵۹ف

سلامتی کا راستہ

گذشتہ ہفتہ کے ادارئیے میں ہم نے یہ بحث کی تھی کہ مسلمان فی الوقت سیاسی پارٹی بندی کے جھگڑوں سے علیحدہ رہیں اور حکومت وقت کی اطاعت کرتے ہوئے اپنی معاشی اور ثقافتی زندگی کو بہتر بنانے کی کوشش میں لگے رہیں۔ حکومت وقت کی اطاعت سے مراد یہ ہے کہ جو بھی پارٹی برسر اقتدار ہو مسلمان اس کا ساتھ دیں، خواہ وہ کانگریس ہو یا سوشلسٹ پارٹی یا مزدوروں اور کسانوں کی۔ غرض ہندو بھائیوں کی اکثریت کا جو بھی فیصلہ ہوگا وہ مسلمانوں کے لئے قابل قبول ہوگا بجز اس صورت کے جہاں مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں مداخلت ہو۔ ہندوستان کے نئے دستور میں مذہبی اقلیتوں کو یہ ضمانت دی گئی ہے کہ ان کے مذہب میں مداخلت نہیں کی جائے گی اور ان کے کلچر وغیرہ کا تحفظ کیا جائے گا۔ اس لحاظ سے مسلمانوں کو یہ توقع رکھنی چاہئے کہ ان کا مذہب اور ان کا کلچر ہر قسم کے خطرہ سے محفوظ رہے گا۔

ہم نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ مسلمانوں کو فرقہ وارانہ نوعیت کے سیاسی اداروں سے دور رہنا چاہئے خواہ وہ ادارے مسلمانوں کے ہوں یا ہندوؤں کے۔ مجلس اتحاد المسلمین مسلمانوں کا سیاسی ادارہ تھا اس لحاظ سے اس کی موت پر ہم نے کچھ نہیں [illegible] اور عام ہندو اصطلاح میں [illegible] ایک ہندو ادارہ ہے [illegible] مسلمان اس ادارہ میں شریک ہو جائے تو تب بھی مسلمان اس ادارہ کی پالیسی پر عمل کر کے [illegible] نہیں کر سکیں گے کیونکہ وہاں [illegible] کانگریس [illegible] اس کا خطہ نظر فرقہ واری اور جوابی ہے [illegible] چونکہ مسلمانوں کا اس [illegible] سیاسی تحفظ ہوگا جیسا کہ ان کا کوئی علیحدہ ادارہ تشکیل [illegible] ہماری رائے ہے [illegible] مسلمانوں کا یہ اعلان کہ وہ انڈین یونین کے وفادار شہری بن کر رہنا چاہتے ہیں نیز یہ کہ اب ان کے کوئی سیاسی مطالبات نہیں ہیں حکومت اور ہندو قوم کی طمانیت کے لئے کافی ہونا چاہئے۔ اگر سوشلسٹ پارٹی مسلمانوں کی تائید اور ہمنوائی ضروری سمجھتی ہے تو وہ اپنی حکومت قائم کرے مسلمان اس کا ساتھ دیں گے اگر ہندو مہاسبھا مسلمانوں کی تائید اور ہمنوائی کی ضرورت محسوس کرتی ہے وہ اپنی حکومت قائم کرے مسلمان اس کا ساتھ دیں گے، بالکل اسی طرح جس طرح کانگریسی حکومت کی اطاعت کو آج اپنے مسلک کا ضروری جزو قرار دیتے ہیں۔ اس یقین اور اطمینان دہانی کے بعد حیدرآباد یا ہندوستان کی کسی فرقہ واری جماعت کو مسلمانوں سے من حیث القوم کوئی تعرض یا وجہ پرخاش نہ ہونی چاہئے۔

غور سے دیکھا جائے تو یہ مسئلہ صرف دکن کے مسلمانوں کا نہیں بلکہ انڈین یونین کے مسلمانوں کا بھی ہے۔ اگر ہماری آواز انڈین یونین کے مسلم قائدین تک پہنچ جائے تو ہم یہ عرض کریں گے کہ وہ بھی ہماری طرح سیاسیات سے الگ رہتے ہوئے انڈین یونین کی حکومت کی اطاعت کو اپنا مسلک قرار دیں۔ یہ صحیح ہے کہ اس اعلان اور عمل کے باوجود ہندو ادارے، اخبارات اور لیڈر مسلمانوں کے خلاف لکھتے اور بکتے رہیں گے۔ انڈین یونین کے مسلمانوں کو موجودہ ماحول میں صبر اور شکر کو اپنا مسلک قرار دینا چاہئے۔ اگر ہندو بھائی زیادتی کریں تو صبر اور اگر بھلائی کریں تو شکر۔ احتجاج جدوجہد، پارٹی بازی وغیرہ یہ سارے ہتھیار اب کام نہیں دیں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ خود ہندو بھائیوں نے اپنا سیاسی اور معاشی مسلک ہنوز متعین نہیں کیا ہے۔ ان کی اکثریت کا یہ خیال ہے کہ پاکستان کا وجود غیر ضروری ہے نیز یہ کہ تقسیم ہند کے بعد سے حکومت ہند نے مسلمانان ہند کے تعلق سے جو پالیسی اختیار کی ہے وہ ضرورت سے زیادہ فیاضانہ اور مسلمانوں کے حق میں طرفدارانہ ہے۔ ہندو قوم کی ایک قلیل جماعت کا خیال ہے کہ پاکستان کے وجود یا عدم وجود پر غور کرنے سے قبل انڈین یونین کو اپنے استحکام کی جانب توجہ کرنی چاہئے اور انڈین یونین کے مسلمانوں کے ساتھ وہی سلوک ہونا چاہئے جو ایک غیر مذہبی مملکت میں اقلیت کے ساتھ ہوتا ہے۔ آئندہ عام انتخابات میں پتہ چلے گا کہ ان دو نقطہ ہائے نظر میں سے کونسا نقطہ نظر ہندو قوم کے سیاسی رجحانات کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔ ڈاکٹر این۔ بی۔ کھرے ـــ سابق وزیر اعظم صوبہ متوسط و برار ـــ صدر آل انڈیا ہندو مہاسبھا نے کلکتہ کے اجلاس میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ ہماری رائے میں ہندو قوم کے جذبات کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔ ناگپور میں پنڈت نہرو نے اور بمبئی میں سردار پٹیل نے ڈاکٹر کھرے کی تقریر اور مہاسبھائی قراردادوں سے پیدا شدہ اثرات کو زائل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے باوجود ڈاکٹر کھرے نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ پنڈت نہرو اور سردار پٹیل نے اپنے بیانات سے ان کی تردید نہیں بلکہ تائید کی ہے۔ حقیقت جو بھی ہو اس لفظی جھگڑے کا تصفیہ عام انتخابات کے بعد ہی ہو سکے گا۔ اس پس منظر میں مسلمانان ہند اور مسلمانان دکن کو آنے والے واقعات کا انتظار کرنا چاہئے۔ اگر مسلمانان ہند نے اس عہد میں کہ انھیں پنڈت نہرو کے ہاتھوں کو قوی کرنا چاہئے کانگریس میں شریک ہو کر مہاسبھا، آریہ سماج، اور ان کے ہم خیالوں کی مخالفت کی تو اس وقت ان کا کیا حشر ہوگا اگر انتخابات میں مہاسبھا کو کامیابی نصیب ہو۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے ہم اس چیز کو چھوڑنے کی بھی کوشش کریں کہ مسلمانوں کے تعلق سے ہندو قوم کی مختلف اور ذی اثر جماعت کے خیالات اور رجحانات کیا ہیں اور اس بات کو بھی بھول جائیں کہ ہم مسلمان ہیں، اپنا ایک مخصوص نظریہ حیات رکھتے ہیں، ایک مخصوص تہذیب کے حامل ہیں ان ساری باتوں کو چھوڑتے ہوئے صرف پیٹ پالنے کے نقطہ نظر سے کسی بھی سیاسی تنظیم کی تلاش کریں جو کم از کم پیٹ بھر غذا اور تن ڈھانکنے کے لئے کپڑے کی ضمانت دے سکے اور اس تلاش کے دوران میں سوشلسٹ پارٹی کے پروگرام کی چھان بین کریں تو وہاں بھی یہی اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہ سوشلسٹ پروگرام کی دلکش اصطلاحات کے باوجود کسی مسلمان کو یہ ضمانت نہیں [illegible] مسلمان ہونے کی بنا پر روزانہ حیثیت سے محروم نہیں کیا جائے گا

اس بحث سے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہندو قوم کا سیاسی یا معاشی رجحان یا مسلک ہنوز متعین نہیں ہوا ہے جب تک ہندو قوم اپنے آئندہ سیاسی و معاشی مسلک سے متعلق کوئی تصفیہ نہ کرے اس قوم کے مختلف اداروں میں مسلمانوں کا شریک ہونا اور ان اداروں کی رائے کو متاثر کرنے کی کوشش کرنا مسلمانوں کے لئے خطرناک نتائج پیدا کرے گا۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اس براعظم سے حصول آزادی کے باوجود فرقہ داری منافرت اور تعصب کا جنازہ ہنوز نہیں نکلا۔ ہو سکتا ہے کہ جب آل انڈیا ہندو مہاسبھا کی کلکتہ والی قرارداد دیں تاریخ کا ایک واقعہ بن جائیں تو شاید ہندو قوم ہندوستان کی مسلم اقلیت سے متعلق اپنے نقطۂ نظر میں کسی خوشگوار تبدیلی کی ضرورت محسوس کرے اور فرقہ وارانہ جذبات رفتہ رفتہ سرد پڑ جائیں۔ جب تک وہ کیفیت پیدا نہ ہو جائے مسلمانوں کو سیاسیات کے جھگڑوں سے علحدہ رہنا چاہئے اور حکومت وقت کی اطاعت کرتے ہوئے اپنی معیشت اور ثقافت کے تحفظ کی کوشش کرنی چاہئے۔ ان کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ وہ معاشی نقطۂ نظر سے مفید شہری بنیں۔ پیشہ وارانہ اور فنی تعلیم حاصل کریں۔ اپنے مذہب سے پوری طرح واقف ہو کر اپنے کردار کو درست کریں۔ سرکاری زبان سیکھیں اور ہندو بھائیوں کو کسی لحاظ سے مشتعل ہونے کا موقع نہ دیں۔ اسی میں ان کی سلامتی ہے اور یہی خودداری کا تقاضا بھی ہے۔

مولوی اکبر علی خان صاحب بیرسٹر کا نقطۂ نظر

جناب ایڈیٹر صاحب "مملکت"

میں نے آپ کا اداریہ اخبار مملکت مورخہ ۸ اسفندار ۵۹ف میں غور سے پڑھا آپ نے میرے متعلق جن جذبات و خیالات کا اظہار فرمایا ہے اس کا ممنون و شکر گزار ہوں۔ چونکہ بنیادی مسائل میں جناب کا اور ہمارا سابق زمانہ میں مسلک ایک رہا ہے اس لئے اب جو اہم اختلاف آپ میں اور مجھ میں پیدا ہو گیا ہے اس کا مجھ کو دلی رنج ہے۔ اس لئے کہ میں اپنے ہم خیالوں کی صف میں سے ایک دانشمند، راست باز اور باہمت دوست کی کمی محسوس کر رہا ہوں۔ جناب نے جن وجوہ کا اظہار اپنے اداریہ میں فرمایا ہے وہ مجھ کو مطمئن نہ کر سکے۔ میں نے ہندوستان کی تقسیم کے پہلے اور بعد کے واقعات اور حیدرآباد کے انقلاب سے پہلے اور بعد کے واقعات سے اس عقیدہ میں اور بھی زیادہ مستحکم ہو گیا ہوں۔ کہ سیاسی اقتصادی اور سماجی مسائل میں مذہبی نقطۂ نظر سے غور کرنا یا اس نقطۂ نظر سے غور کرنے کے لئے جماعت بندی کرنا یا اس قسم کے خیالات اور تصورات کو تقویت دینے کی کوشش کرنا ایک بڑی بھاری غلطی ہے۔

چنانچہ جس قدر خونریزی عصمت ریزی اور تباہ کاری کے گذشتہ پانچ چند سال کے دور میں ہندوستان میں فرقہ وارانہ تصورات کے تحت ہوئی ہے اس کی مثال ہندوستان کی تاریخ کے تاریک ترین زمانہ میں بھی مشکل سے ملے گی۔

مذہب کے نام پر جو انسانیت سوز حرکات ہوئے ہیں اور جس طرح مذہب کے مقدس اور پاک نام کو اپنی غلط عملی سے ناپاک کیا گیا ہے اس کے لئے ہر مذہب کے سچے اور شریف پیرو کی گردن شرم سے جھک جاتی ہے۔

میرے اس بیان کا یہ مقصد نہیں کہ کسی مذہب کے جس قدر پیرو تھے وہ سب اس جنون میں مبتلا تھے یا اس بربریت کے ذمہ دار تھے۔ لیکن جب فرقہ وارانہ سیاست کو انتہائی نیک نیتی سے بھی پرورش کیا جائے تو اس کے بالآخر نتائج کم و بیش اسی طرح کے ہونا ناگزیر ہے۔

اس کے یہ معنی نہیں کہ خالص مذہبی جو امور اور مسائل ہیں ان کی حفاظت نہ کی جائے لیکن اگر اس کا دائرہ مذہبی مسائل کی حد سے متجاوز کر کے سیاسی، اقتصادی یا سماجی معاملات پر جاری کیا جائے تو گروہ بندی کا ہونا اور اس میں تصادم پیدا ہونا لابدی چیز ہے۔

مسلمانوں کو عام طور پر سیاسیات میں حصہ نہ لینے کی جو آپ تلقین فرماتے ہیں میری ناقص دانست میں اس کے دو ناگزیر نتائج ہیں۔

ایک تو یہ کہ انفرادی حیثیت سے یا اجتماعی حیثیت سے جب کوئی شخص یا اشخاص زندگی کے مختلف شعبوں میں دلچسپی لینی کم کر دیں تو اس حد تک زندگی کے وہ شعبے کمزور ہونا لازمی ہے جس کو معطل کر دیا گیا ہے اور یہ کمزوری انسانی ارتقاء میں رکاوٹ کا باعث ہونا ضروری ہے۔

دوسرے یہ کہ انسان یا انسانی جماعت کی کیفیت مادی اشیاء کی طرح نہیں ہے کہ کسی ایک حصہ پر قفل ڈال دیا جائے اور دوسرے حصہ کو اس بند شدہ حصہ سے کوئی تعلق نہ ہو اس قسم کی سیاسیات میں عملی دلچسپی نہ لینے کا یہ اثر ہوگا کہ اندرونی اور خفیہ طور پر غور و فکر شروع ہوگا اور دلوں ہی دل میں ایسی کیفیات پیدا ہوں گی جو سماج اور حکومت سے عموماً غصہ و نفرت پیدا کرے۔ اور جو سیاست میدانی اور برملا ہوتی ہے وہ سازشی اور خفیہ طور پر ہونے لگے گی۔

تاریخ شاہد ہے کہ اس قسم کی سیاست کسی فرد یا جماعت کے لئے مفید نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے مضر اثرات پوری زندگی پر مترتب ہوتے ہیں اور ایسے نامناسب ذہنی اور اخلاقی تصورات پیدا ہو جاتے ہیں جو اس جماعت اور قوم کو ہر اعتبار سے پست و برباد کرنے کے مترادف ہوتے ہیں۔

میں یہ شدت سے محسوس کرتا ہوں کہ اب ہم کو انسانی حیثیت سے غور کرنا ہے اور سمجھانا ہے کہ ہر اچھے اور برے کو ہر مذہبی یا قومی یا ملکی نظریہ سے جانچیں انسانیت کی بھلائی کو سامنے رکھ کر جانچنا چاہئے۔ تاکہ فرقہ واریت کے جو نقائص ہیں ان کے بجائے ملکی اور قومی تصورات کے تحت بھی جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ان کا انسداد ہو علاوہ۔ تاریخ کے متعدد تجربوں کے دنیا کی دو بڑی جنگوں نے یہ واضح کر دیا ہے کہ جہاں قومیت اور ملکی مسائل کو شدت کے ساتھ بڑھایا گیا تو اس کے نتائج بھی خود اس قوم اور ملک کے لئے اور تمام عالم کے لئے انتہائی تباہ کن ثابت ہوتے ہیں۔

آپ نے اپنے اداریہ میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ جو حکومت ہو اس کی مسلمان اطاعت کریں۔ میں نہ بحیثیت مسلمان کے اور نہ بحیثیت انسان کے۔ اس نظریہ کا قائل ہوں۔ اگر کوئی حکومت ایسی ہے جس کی اصلاح کی کوئی دستوری صورت نہ ہو تو اس کے خلاف ہر سچے انسان کو مقابلہ کے لئے کھڑا ہو جانا چاہئے چاہے اس کے نتائج کچھ ہی ہوں۔ اور یہ جنگ یا مخالفت اعلیٰ ترین اخلاقی اصولوں کو پیش نظر رکھ کر ہونی چاہئے لیکن اگر دنیا کی تاریخ اور اقوام اور ممالک کے انقلابات ہمارے لئے کوئی سبق رکھتے ہیں تو ہم کو یہ محسوس کرنا ہوگا کہ دنیا میں کوئی چیز بالکلیہ شر یا ظلم نہیں اور نہ اسی طرح کوئی چیز محض خیر اور انصاف حقیقی ہے۔ دنیا کے ہر ملک میں ہر زمانہ میں خیر و شر کے جھگڑے چلتے رہے ہیں اور ہر نیک انسان کا یہ فریضہ ہے کہ اپنے امکانی نیکی کی طرف رجوع کرے تاکہ بدی کی قوتیں کمزور ہوں۔

میں مانتا ہوں کہ خواہ وہ کانگریس پارٹی ہو یا سوشلسٹ پارٹی ہو یا کوئی اور پارٹی ان میں کافی ایسے اشخاص ہیں جن کے دل و دماغ فرقہ واریت و تعصب سے بالکلیہ پاک نہیں ہیں۔ اور جن جماعتوں کی وہ نمائندگی کرتے ہیں ان میں ان کی ذہنیت بھی ایک حد تک متعصبانہ رہی ہے خواہ اس جماعت کے اصول کیسے ہی اعلیٰ ہوں۔ لیکن ہر جماعت میں اور بالخصوص اس وقت ہندوستان اور حیدرآباد کی سیاسی جماعتوں میں آپ کچھ لوگ ضرور ایسے پائیں گے جو فرقہ واریت اور تعصب کے بندھنوں کو توڑ کر سچائی کے ساتھ بلا لحاظ مذہب و ملت ملک کی بہتری چاہنے والے ہیں

(باقی صفحہ ۱۰)

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید:۔

"تخفیف کی کلہاڑی بھی سرکاری
اور نیم سرکاری اداروں میں
چل رہی ہے۔ سینکڑوں نہیں
ہزاروں آدمی آج آزاد ہیں لیکن
بھوک کا شکار ہو رہے ہیں۔
جو حکومت اس صورت حال کو
بدلنے کی کوشش نہیں کرے گی
اور بیکاروں کو روزگار دینے
کی ذمہ داری نہیں لے گی اسے
نہ جمہوری اور عوامی کہلانے
کا حق ہے اور نہ اس کے باقی
رکھنے کا جواز۔ (شعیب اعظم)"

حامی "پیام" تحریر کرتا ہے کہ:۔
"کہا جاتا ہے کہ بعض غیر ذمہ دار
لوگوں نے نمائش میں بیٹھنے والی
عورتوں کا احترام نہیں کیا۔
..... ہمارے بعض کرم
فرماؤں نے ایک ذرا سے واقعہ کو طول
دے کر عورتوں کو پھر ایک بار
سوٹ کیس میں بند کر دینے
کی تبلیغ و تلقین کرنے لگے ہیں
حالانکہ یہ واقعہ کوئی اہمیت
نہیں رکھتا۔"

عورتوں کی بے حرمتی بیشک کوئی
اہمیت رکھتی ہے۔ اہم چیز تو ترقی پسندی ہے۔ بعض
کرم فرما اگر عورتوں کو سوٹ کیس میں بند کرنا چاہتے
ہیں تو معاصر "پیام" عورتوں کو شو کیس میں رکھنا چاہتا ہے۔
اس دور کو عورت کی اہمیت ہی کے باعث
مجبوریاں معذور ہیں مرزا خردمند

ایک اخباری اطلاع ہے کہ:۔
"سوشلسٹ پارٹی نے طے کیا ہے
کہ وہ مجلس دستور ساز کے
انتخابات میں حصہ لے گی۔"

چلئے مسٹر یونس سلیم کے لئے
کانگریس سے نہیں تو سوشلسٹ پارٹی سے انتخابی ٹکٹ
حاصل کرنے کا راستہ کھل گیا۔

"آج کی شادیوں میں بے وفائی، فریب اور
سماجی ذمہ داریوں سے گریز کی جو مثالیں ملتی ہیں ان
کی نظیر تاریخ میں نہیں۔ طلاقوں کی شرح خوفناک حد
تک بڑھ گئی ہے۔ برطانوی عدالتوں میں طلاق سے
متعلق سال گذشتہ پچاس ہزار مقدمات پیش ہوئے۔"
(ایک خبر)

فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور
کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں

"قیام جمہوریت کے دن سیاسی قیدیوں کو رہا کر دیا
جائے۔ مولانا اولی اللہ حسینی صدر انجمن پیشوایان مذاہب
کی اپیل۔" (اخباری سرخیاں)

ہمیں یہ سن کر مسرت ہوئی کہ
انجمن پیشوایان مذاہب زندہ ہے۔ ایک عرصے کے
بعد پیشوایان مذاہب کا نام سن کر لوگ سمجھ رہے
ہیں کہ شاید غیر مذہبی مملکت میں پیشوایان مذاہب
کی پبلک سرگرمیاں پرائیوٹ ہو گئی ہیں۔

معاصر "نظام گزٹ" دریافت کرتا ہے کہ:۔
"اگر جمعہ کے روز حیدرآباد میں
تعطیل کو برقرار رکھا جائے تو
اس سے حکومت حیدرآباد کو
کیا نقصان ہوگا۔"

اگر جمعہ کی تعطیل برقرار رکھی
جائے تو کیا مسلمانوں کی بیروزگاری دور ہو جائے گی؟

یونائیٹڈ پریس کی اطلاع ہے کہ کلیسا کے عہدہ داروں
کی مخالفت کرنے کی پاداش میں ایک کیتھولک پادری
کو چیکوسلواکیہ میں گرفتار کر لیا گیا۔ عدالت نے ان پادری
کو تین سال کی سزا دی۔

سیاست نے مذہب سے پیچھا چھڑایا
چلی کچھ نہ پیر کلیسا کی پیری

معاصر "شعیب" اپنے مزاحیہ کالم میں تحریر کرتا ہے کہ:۔
"صحیح اخبار نویس دبدبہ اور مرتبہ میں
کسی امیر اور وزیر سے کم نہیں ہوتا
ہے اتنا ہی نہیں بلکہ اس کا مرتبہ تو اس
سے بھی بلند ہوتا ہے۔"

بشرطیکہ اس اخبار نویس کے پاس
لاکھ ڈیڑھ لاکھ کا سرمایہ ہو، یا نہیں تو کم از کم مستعار ہی سہی
ایک پرانا موٹر اور چھ عربی چاؤش تو ہوں۔

معاصر "شیر دکن" لکھتا ہے کہ:۔
"آج جاگیری علاقہ جات کی رعایا
بھی دل میں مطمئن ہے کہ وہ دیگر
علاقہ دیوانی سے کسی بات میں ہرگز
کم نہیں۔"

البتہ جاگیری علاقہ کے ملازمین
بیروزگار ضرور ہیں۔ انقلاب میں ایسا ہوتا ہی ہے۔
انقلاب زندہ باد۔ بیروزگاری پائندہ باد!!

مولانا یونس سلیم ایک صحافتی بیان میں فرماتے ہیں:۔
"میں اسٹیٹ کانگریس کے موجودہ
رویہ سے قطعی مطمئن نہیں ہوں۔"

آپ کے رویہ سے اسٹیٹ کانگریس
تو مطمئن ہے۔ پھر اور کیا چاہیئے؟

قاضی عبدالغفار صاحب ایک بیان میں فرماتے ہیں:۔
"ہندی زبان کو ملک کی سرکاری
زبان بنانے کا فیصلہ جس قدر
مایوس کن ہے اسی قدر وہ کوشش
بھی مایوس کن ہے جو ہندی کو
سنسکرت کے سانچہ میں ڈھالنے کی
آج کل جاری ہے۔"

قاضی صاحب نے حیدرآباد
کے مسلمانوں سے کہا تھا کہ اگر وہ یہاں مطمئن نہیں ہیں تو
ان کے لئے پاکستان کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ کیا ہم حیدر
آبادی مسلمانوں کی جانب سے یہ عرض کر سکتے ہیں کہ
اگر انڈین یونین کا فیصلہ قاضی صاحب کو پسند نہیں تو
ان کے لئے پاکستان کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ اگر یہاں رہنا
ہے تو لیلیٰ کے "خطوط" ہندی میں لکھے جائیں۔

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۹)

ہندوستانی سوشلسٹوں کا خیال ہے کہ کچھ اس
قسم کے انتظامات کئے جائیں کہ جنگ کے طور پر سرمایہ
وارانہ تصور کیا جائے جن ہندوستان کی معاشی ترقی کے ساتھ
ہی واپس کر دیا جائے۔

روس میں مسلم اقلیت

ثقافت اور قومی اداروں کا تحفظ

ذیل میں ہم قارئین کی معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے "میگزین آف فریڈم" کے مضمون کا ایک اقتباس دیتے ہیں جس میں روسی مسلمانوں کا ذکر ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ روس میں مسلمانوں کی تعداد ۲ کروڑ ہے مگر یہ غلط ہے۔ کئی مستند کتابوں اور برطانوی، ہندی اور دیگر ممالک کے محققین کے مطابق وہاں مسلمانوں کی تعداد ۵ کروڑ ہے۔ روسی مملکت میں گیارہ آزاد جمہوری حکومتیں ہیں جن میں سے چھ اسلامی ہیں اور ان کے نام یہ ہیں:- آذربائیجان، تاجکستان، قزاقستان، ازبکستان، ترکمانستان اور کرغیزیہ۔ بقیہ پانچ میں آرمینیا، جارجیا، یوکرین، بیلوروشیا اور روس خاص ہیں۔ ان چھ جمہوریتوں کے علاوہ ماورائے قفقاز میں بھی مسلمانوں کی اکثریت ہے اور سائبیریا میں ان کی آبادی ہے۔ روسی مسلمانوں کی مجموعی تعداد ۵ کروڑ یعنی ایران، سعودی عربیہ، یمن، لبنان، شام، عراق اور شرق اردن کے تمام مسلمانوں کی مجموعی آبادی کے برابر ہے۔

زار روس کے زمانہ میں مسلمانوں کی حالت بری ہوتی تھی، وہ ملاؤں، پیروں، مشائخ، امیروں اور زمینداروں کے ہاتھوں پسے جاتے تھے۔ جگہ جگہ مسلمان امیر بھی بادشاہ تھے جو زار کے باجگزار تھے مگر اپنی شاہی حیثیت سے رعایا کے ساتھ جابرانہ سلوک کرتے تھے اور اپنے ہی عیش و عشرت میں مست رہتے تھے۔ پیر اور ملا وغیرہ بھی مسلمانوں پر مذہب کے نام سے انتہائی بالادستی کرتے تھے۔ پیر اور ملا لوگ مریدی وغیرہ کے نام پر ہزاروں روپیہ مسلمانوں سے لیتے تھے اور خود موج اڑاتے تھے۔

آخر میں زار روس کے زمانہ میں یہ مسلمان پیروں اور ملاؤں سے باغی ہو گئے اور یہ بغاوت اس حد تک بڑھی کہ مسلمانوں کو ان کٹھ ملاؤں کی وجہ سے مذہب اور اسلام سے دوری پیدا ہو گئی۔ آسمان اسلام کو ان ملاؤں نے ایسا تباہ و برباد کیا، خدا کی پناہ!

ان پیروں اور ملاؤں کے فتنوں کی وجہ سے جب مسلمانوں میں ہلچل مچی تو انہوں نے خود ہی ان پیروں اور ملاؤں پر حملے شروع کر دئے اور جو ملا یا پیر ہاتھ لگا اس کو قتل شروع کر دیا ـــــ ملاؤں، پیروں اور مشائخ کے علاوہ بعض نے خود کو مجتہد کا لقب بھی دیدیا اور اسی بات پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے تھے۔ مسلمانوں کی صف میں اس طرح قہر و غضب کی پھوٹ پڑ گئی ـــــ جب لینن اور اسٹالن کی سرکردگی میں نوجوان بالشویکوں نے کمیونسٹ تحریک اٹھا کر زار کا تختہ الٹنے کے لئے قدم اٹھایا تو تمام مسلمان ان کے ساتھ ہو گئے۔ مسلمانوں نے پہلا حملہ ان ملاؤں، پیروں اور مجتہدوں وغیرہ پر کیا اور ہزاروں کو بیدردی سے قتل کیا۔

زار روس ہمیشہ ان پیروں اور ملاؤں کے ساتھ رہتا تھا کیونکہ ان ہی کی وجہ سے مسلمانوں کا جذبۂ جہاد اور جذبۂ اسلامی مر چکا تھا اور زار بھی یہی چاہتا تھا کہ مسلمان ابھرنے نہ پائیں ـــــ انقلاب کے وقت جو ملا وغیرہ قتل سے بچ گئے وہ ہندوستان، افغانستان اور دیگر ممالک میں بھاگ گئے اور وہاں جا کر روس کی نئی حکومت کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا اور روسی مسلمانوں پر مظالم کے قصے گھڑنے لگے حالانکہ یہ مظالم صرف انہی پر ہوتے تھے۔

یہ سچ ہے کہ مذکورہ انقلاب میں ہزاروں مسجدیں تباہ ہو گئیں تھیں اور نام نہاد خانقاہوں اور قانون وغیرہ کے کروڑوں روپیہ کی نقد دولت، سونا اور چاندی، جواہرات وغیرہ لوٹ لئے گئے۔ یہ ساری دولت ان ملاؤں اور پیروں نے اسلام کے نام پر مسلمانوں سے جمع کی تھی اور خود عیش کرتے تھے۔

روس کی نجات دہندہ لینن نے اس وقت حسب ذیل اعلان کیا تھا ـــــ "اے روس کے مسلمانو، اے والگا اور کریمیا کے، کرغیز اور سائبیریا کے تاتاریو! تمہارا ایمان، تمہارا رسم و رواج، تمہارے قومی ادارے، تمہاری تہذیب آج سے بالکل آزاد ہے اور کسی کو اس میں دخل دینے کی جرأت نہ ہوگی۔ تم یہ جان جاؤ کہ ان پر تمہارا حق ہے اور تم اپنے حقوق پہچان لو اور اس مملکت کے مزدوروں، سپاہیوں اور کسانوں اور تمہارے سب کے حقوق اس مملکت کے رگ و ریشہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

لینن کا یہ اعلان ۱۹۱۷ء کا ہے اور ۱۵ر نومبر ۱۹۱۷ء میں مسلمانوں کو حکومت خود اختیاری عطا کی گئی ـــــ روس کا یہ انقلاب اکتوبر میں ہوا تھا۔ لینن کے الفاظ میں یہ روس کے مسلمانوں کا عہد نامہ ہے جو بڑی اہمیت رکھتا ہے ـــ اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لینن مسلمانوں کو روسی مملکت کا ایک قومی جز سمجھتا ہے۔

آج روس میں اسلام پانچ کروڑ انسانوں کا مذہب سمجھا جاتا ہے۔ پچھلے دو سال سے روسی مسلمان حج کو جاتے ہیں اور اسی طرح دوسری دنیا کے مسلمانوں سے رابطہ پیدا کرتے ہیں۔

آج روس میں ۱۲۱۳ مسجدیں، ۱۳۵۲ ملا اور ۲۴۰ شیخ اور ۸۰۰ خطیب ہیں مگر یہ ملا پہلے جیسے نہیں بلکہ اسلام کی اصلی تعلیم کے مطابق ہیں۔ پیری مریدی کا خاتمہ ہو گیا۔ روس میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور ان کے علاوہ شیعہ بھائی اور روسی اسمٰعیلی بھی ہیں ـــ دسمبر ۱۹۴۹ء میں تاشقند میں وسط ایشیائی مسلمانوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ جس میں اطراف و اکناف کے علماء دین نے شرکت کی اور روس کے مشہور عالم فاضل علامہ باباخان عبدالمجید خان نے اس کی صدارت کی تھی۔

روسی دستور کی دفعہ ۱۲۴ میں لکھا ہے کہ تمام روسیوں کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ ہر شخص گھر میں مذہبی تعلیم حاصل کر سکتا ہے۔ مذکورہ اسلامی کانفرنس ایک رسالہ بھی شائع کرتی ہے جو لاکھوں کی تعداد میں چھپتا ہے اور روس کے مختلف حصوں کے اہم واقعات اور حالات اس میں چھپتے ہیں ـــــ لیاقت علی خان صاحب اسلامی ممالک کے پہلے مسلم رہنما ہیں جن کو روس نے ماسکو آنے کی دعوت دی ہے۔ آج تک روس نے کسی کو دعوت نہیں دی تھی۔

(ہماری آواز)

کمیونزم سے متعلق ہندوستان کا فیصلہ

کولمبو ۹ جنوری۔ یونائیٹڈ پریس آف انڈیا کا خصوصی نامہ نگار کولمبو سے یہ رپورٹ لکھتا ہے کہ ہندوستان کے وفد سے قریبی ربط رکھنے والے ذرائع یہ یاد دلاتے ہیں کہ جنوب مشرقی ایشیا میں کمیونزم کی ترویج یا قوم پرست تحریکوں کی ترقی کے بارے میں ہندوستان کے رجحان کا فیصلہ ان تحریکوں کے بارے میں جنوب مشرقی ایشیا کے عوام کے رجحانات کی روشنی میں کیا جائے گا۔

یہ ذرائع مزید یاد دلاتے ہیں کہ اسی وجہ سے ہندوستان اب تک کمیونسٹ تحریک اور دوسری تحریکوں کے خلاف مدافعانہ اتحادی معاہدوں کی تشکیل کے سلسلہ میں کسی بھی اقدام سے اپنے آپ کو وابستہ نہ کر سکا۔ جاپان سے معاہدہ صلح کے سوال پر نامہ نگار یاد دلاتا ہے کہ دوسرے تمام مندوبین یہ خیال کرتے ہیں کہ اب جب کہ دوسری عالمگیر جنگ کو ختم ہوئے کوئی ۵ سال کا طویل عرصہ ہو چکا ہے جاپان سے صلح کے لئے تمام ملکوں کو کوشش کرنی چاہئے۔ ہندوستانی وفد کے اراکین کا رجحان اس سلسلہ میں معلوم نہیں ہے اور برطانوی وفد کے اس رجحان کا اظہار کر چکے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں زیادہ

(باقی صفحہ ۱۰)

دولت عامہ کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس

اس ہفتے دولت مشترکہ کے ممالک کے وزرائے خارجہ کی ایک کانفرنس کولمبو میں منعقد ہونے والی ہے اس کانفرنس میں جو فیصلے کئے جائیں گے وہ دنیا کے لئے کافی اہمیت کے حامل ہوں گے اور اس کانفرنس میں ہندوستان کے نمائندوں کا جو حصہ ہوگا اس کی نوعیت فیصلہ کن اور اہم ہوگی۔

برطانیہ کا مقصد اس کانفرنس کے انعقاد سے یہ ہے کہ ہندوستان اور برطانیہ کی خارجی پالیسیوں کے اختلافات یا غیر مطابقت کو ختم کردیا جائے یا اس کی کوشش کی جائے جو موجودہ صورت میں اپنی انتہائی صورت میں جلوہ گر اور کارفرما ہیں۔

سیاسی لحاظ سے برطانیہ اینگلو امریکن بلاک یا حلقہ اثر کا ایک اہم جزو ہے جو معاشی لحاظ سے بالکلیہ طور پر امریکہ سے متعلق اس پر منحصر اور اس کا دست نگر ہے۔ فوجی لحاظ سے برطانیہ دیگر مغربی یوروپی ممالک کے ساتھ امریکی فوجی امداد سے وابستہ اور متعلق ہے۔ ایسے حالات میں جب کہ مغربی یورپ مختلف خود مختار اور منقسم حلقوں میں بٹا ہوا ہے اور اس کے سیاسی اتحاد کی کچھ زیادہ توقعات نہیں ہیں، امریکی منصوبوں اور امریکی امداد کے ذریعے یوروپی اتحاد قائم کیا گیا ہے اور یہ کوئی ڈھکی چھپی یا پوشیدہ بات نہیں ہے کہ اس فوجی اتحاد یا تحالف کا مقصد روس کے خلاف صف آرائی ہے۔

اس سے ہمارا یہ منشا نہیں ہے کہ ان ممالک نے واقعی طور پر کسی جنگ کے لئے یہ اتحاد کر لیا ہے لیکن یہ ایک مسلمہ امر ہے یا عام طور پر یہ تصور موجود ہے کہ روس کے جارحانہ عزائم کو شکست دینے کے لئے ایک طاقتور مغربی یورپ کا وجود یا اس کی تخلیق ناگزیر ہے جو اس کا مقابلہ یا سامنا کر سکے۔

خواہ اس اتحاد کا منشا جارحانہ ہو یا دفاعی اب یہ ایک حقیقت ہے کہ مغربی یورپ امریکہ کی سیاسی طاقت کا ایک مسلح اور ناقابل انتشار اتحاد ہے۔

ایک قابل توجہ بات جو اس سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے یہ ہے کہ برطانیہ کی خارجی پالیسی کے پیچھے یا اس کے پس منظر میں ایک ایسا رجحان موجود ہے جس کا منشا امریکہ سے جدید قسم کے سیاسی تعلقات کا قیام اور اس سے متعلق رہنا ہے۔

دو سال پہلے برطانوی وزیر اعظم مسٹر کلیمنٹ اٹلی نے اعلان کیا تھا کہ دنیا میں اب تین قسم کے سیاسی نظریئے اور تصور موجود ہیں۔ جن میں سے کسی ایک کو منتخب کرنا ہوگا اور وہ یہ کہ (۱) امریکہ کی جمہوری سرمایہ داری (۲) آمرانہ روسی معیشت اور (۳) برطانوی جمہوری سوشلزم لیکن اب یہ رجحان موجود اور ترقی پذیر ہے کہ امریکہ اور برطانیہ سیاسی نظریات میں انتشار کم سے کم تر ہوتا جا رہا ہے۔

برطانیہ نے ایک خوش حال سماجی مملکت قائم کرلی ہے۔ اور امریکہ ایک خوش حال سماجی مملکت قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ برطانیہ نے اب اپنی صنعتوں کا (۲۰) فیصد حصہ کو قومیا دیا ہے لیکن ایک دوسری شمالی حکومت (لیبر گورنمنٹ) اس میں کوئی مزید اضافہ نہیں کر سکتی جبکہ اگلے انتخابات میں شمالی حکومت مجبور ہے برسر اقتدار آئے تب بھی برطانوی معیشت کا (۸۰) فیصدی حصہ سرمایہ دارانہ نوعیت ہی کا رہے گا۔

امریکہ میں وہاں کے منتظم نظم و نسق نے سیاسی اقدامات کر رہے ہیں اور یہ اقدامات صدر روزویلٹ کا جمہوری جماعت کے زیر سرپرستی یا ان کے توسط ہی سے بروئے عمل آ رہے ہیں یا لائے جا رہے ہیں۔

مسٹر ارنسٹ بیون اور سر اسٹافورڈ کرپس دونوں جو حال ہی میں اپنے دورہ امریکہ سے واپس ہوئے ہیں اس خیال کے حامی ہیں کہ برطانیہ کی عمالی جماعت آپس میں جاکی معاونین کا یا دوست ہیں اور ان دونوں میں کوئی بڑا امتیاز نہیں ہے۔ اگر یہ نقطہ نظر ترقی کر جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ برطانیہ اور امریکہ نہ صرف یہ کہ معاشی اور فوجی لحاظ سے رفیق کار ہو جائیں گے بلکہ ساتھ ہی ساتھ سیاسی لحاظ سے بھی۔

یہ وہ حالات و واقعات ہیں جن کی روشنی میں کولمبو میں ہونے والی دولت مشترکہ کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس کا جائزہ لیا جانا چاہیئے جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے، اس کی خارجی پالیسی باوجود اس کے کہ ہندوستان دولت مشترکہ کا ایک رکن ہے، برطانیہ کے اثر و نفوذ سے آزاد اور منفرد نوعیت کی ہے۔ اور اگر صاف گوئی سے کام لیا جائے تو یہ کہنے میں کوئی پس و پیش نہیں ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنے دورہ امریکہ کے زمانہ میں جب کبھی بھی اپنی خارجی پالیسی سے متعلق کچھ کہا ہے وہ ان کی صاف گوئی پر دلالت کرتا ہے جس کی بہت کم توقع کی جا رہی تھی اور ان کے نقادوں سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے یا اس امر میں اضافہ ہو جاتا ہے کہ جب جواہر لال نہرو کولمبو کانفرنس میں ارنسٹ بیون اور دیگر دولت مشترکہ کے ممالک کے وزرائے خارجہ سے ملیں گے تو وہ ہندوستان کی خارجی پالیسی کو اینگلو امریکن اور روسی دونوں حلقہائے اثر سے آزاد رکھیں گے اور اس کو عالمی امن کا ایک ذریعہ بنائیں گے۔

ہندوستان اور برطانیہ کے علاوہ پاکستان اور ان کے درمیان ایک اور بڑی طاقت آسٹریلیا ہے۔ وزیر خارجہ آسٹریلیا ڈاکٹر ہربرٹ ایواٹ نے کسی موقع پر اپنے آپ کو اس حد تک آزاد ظاہر نہیں کیا جیسا کہ پنڈت نہرو نے اور اقوام متحدہ کے ہندوستانی نمائندوں نے ظاہر کیا ہے لیکن انہوں نے ایک سے زائد مرتبہ ایک ایسی روش اختیار کی ہے جو دونوں حلقہائے اثر سے آزاد اور غیر جانبداری کی حامل تھی۔ لیکن اب یہ بات یقینی نہیں ہے کہ آیا کولمبو کانفرنس میں آسٹریلیا کی نمائندگی ڈاکٹر ایواٹ ہی کریں گے یا کوئی اور کیونکہ وہاں بہت جلد عام انتخابات ہونے والے ہیں۔

نیوزی لینڈ کے انتخابات کے جو نتائج برآمد ہوئے ہیں اگر ان کا اعادہ آسٹریلیا میں ہو جائے تو اس کی وجہ سے دولت مشترکہ میں سیاسی قوتوں کا توازن یکسر بدل جائے گا۔ اس کے باوجود بہ حیثیت مجموعی اس امر کا کوئی امکان نہیں ہے کہ آسٹریلیا میں نیوزی لینڈ کی اتباع کرتے ہوئے یہاں بھی ان ہی واقعات کا اعادہ ہوگا۔ اگر ڈاکٹر ایواٹ کولمبو کانفرنس میں شریک رہے تو پھر وہ اور پنڈت نہرو دونوں مل کر برطانیہ کی اس پالیسی کی شدید مخالفت اور مخالفت کریں گے کہ دولت مشترکہ کے ممالک کو مغربی حلقہ کے ممالک یا مغربی حلقہ کے ممالک کا ہمنوا بنا دیا جائے۔

اس موقع پر ہندوستانی نقطہ نظر سے ایک بات بطور خاص قابل غور و توجہ ہے جو یہ ہے کہ پنڈت نہرو کے بیانات نے صاف و صریح طور پر اس امر کی نشان دہی کر دی ہے کہ ہندوستان دونوں حلقہائے اثر سے آزاد رہے گا۔ لیکن معاشی اور فوجی دونوں قسم کے حالات و واقعات یقینی طور پر ہندوستان کو مغربی حلقہ اثر کی جانب رہبری کر رہے ہیں یا بہتر الفاظ میں یوں کہ اس جانب کشاں کشاں لئے جا رہے ہیں۔ ہندوستان میں برطانوی اور امریکی سرمائے کی بہت افزائی یہاں کی صنعتوں میں اس سرمائے کا وجود اور امریکی اور برطانوی فوجی آلات کی ہندوستانی بری بحری اور فضائی فوج کے لئے شدید ضرورت اس امر کا فیصلہ کئے دیتی ہے کہ جنگ کی صورت میں ہندوستان غیر جانبدار نہیں رہ سکے گا۔

پنڈت نہرو کی تقاریر اور ان کے بیانات سے متعلق اگر روس کا یہ خیال ہو کہ یہ ایک قدیم قسم کا فریب ہے تو وہ قابل معافی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہندوستان دولت مشترکہ سے وابستہ ہے اس نے بعض دیگر امور کے معاشی اور فوجی مصلحتوں کی بناء پر اس کا مغربی طاقتوں کے ساتھ رہنا مسلمہ اور ناگزیر ہے۔

مجموعی دیگر امور کے معاشی اور فوجی مصلحتوں کی بناء پر اس کا مغربی طاقتوں کے ساتھ رہنا مسلمہ اور ناگزیر ہے۔

یہ وہ واقعات ہیں جن کی بناء پر سوشلسٹوں کے پاس اس امر کی اہمیت کافی بڑھ جاتی ہے کہ وہ اپنے تبصرہ کو برقرار اور اس پر قائم رہیں کہ ہندوستان کی کچھ اس طرح پر تعمیر کی جائے کہ وہ اپنے پیروں آپ کھڑا رہ سکے اور دوسروں کا محتاج نہ ہو۔ موجودہ حالات میں ہندوستان کی صنعتی ترقی کے لئے برطانوی اور امریکی سرمایہ ضروری ہے لیکن

(باقی صفحہ)

انڈونیشیا کی آزادی

(بقیہ سلسلہ صفحہ اوّل)

کی آزادی پر انڈونیشیا کے صدر اور وزیر اعظم کو اقوام متحدہ کے اکثر ممبر ارکان ممالک کی جانب سے پیام مبارکبادی اور نیک تمنائیں وصول ہوئے ہیں۔ وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنے پیام میں فرمایا ہے کہ "میں ہندوستان کے عوام اور حکومت کی جانب سے جمہوریہ متحدہ انڈونیشیا کی حکومت اور عوام کو دلی مبارکباد دیتا ہوں انڈونیشیا کے عوام نے اپنی آزادی کے حصول کے لئے جو عظیم الشان جد و جہد کی اسے ہمیشہ ہندوستانی قدر کی نگاہوں سے دیکھتے رہے۔ اور اپنی توجہ اس پر مرکوز رکھا اور جب آج انڈونیشی عوام نے امن اور دوستی کی فضا میں اپنا مقصد عظیم حاصل کرلیا ہے ہم آپ کی خوشی میں پوری طرح شریک ہیں۔ مرڈیکا"۔

اکثر بڑے بڑے ممالک نے اس جدید مملکت کو تسلیم کرلیا ہے اور اپنے اپنے سفراء اس ملک کو روانہ کر رہے ہیں ہندوستان نے ڈاکٹر [illegible] کو انڈونیشیا میں اپنا سفیر مقرر کیا ہے۔ جو اعلان آزادی سے قبل انڈونیشیا پہونچ گئے۔ اور آزادی اور منتقلی اقتدار کی تقریب میں شریک رہے۔ ان کے علاوہ ہندوستان کی وزیر صحت راجکماری امرت کور بھی خاص طور پر ان تقاریب میں شریک رہیں۔

مولوی اکبر علی خاں صاحب بیرسٹر کا نقطۂ نظر

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۳)

خدمت گزاری کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگ جب یہ محسوس کریں کہ ان کی تائید کرنے والا کوئی نہیں تو فطری طور پر وہ بھی فرقہ واریت کی طرف جھکنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

اگر حیدرآباد کے مسلمان زیادہ سے زیادہ کانگریس یا سوشلسٹ جماعت یا کسی اور جماعت میں جو غیر فرقہ وارانہ ہو شریک ہو کر بحیثیت انسان اور باشندۂ ملک اپنے اخلاقی اور ذہنی اثرات ڈالیں تو یقیناً ان حضرات کے ہاتھ مضبوط ہوں گے جو فرقہ واریت سے نفرت کرتے ہیں لیکن حالات کے تحت خود کو مجبور پاتے ہیں۔ اور اگر مسلمان اور دیگر مذہب کے لوگ کانگریس میں شریک نہ ہوں گے تو پھر کانگریس کے متعلق یہ اعتراض کرنا کہ اس میں زیادہ تر فرقہ واریت کے حامل اشخاص ہیں یا اس جماعت کی روش جمہوری نہیں ہے بجائے خود کسی کو کوئی حق نہیں [illegible] اس کی پوری ذمہ داری ہم کو برداشت کرنی ہوگی۔

حیدرآباد اور ہندوستان کے گذشتہ دس سالہ واقعات کی بنا پر یہ توقع کرنا کہ فرقہ واریت اور تعصب کے اثرات کو ہم ایک دن میں ختم کرسکیں گے بڑی غلطی ہوگی لیکن اگر ہم انتہائی خلوص کے ساتھ اور ایک خوب [illegible] مذہب، ملت اور انسانیت کی محبت کے ساتھ [illegible]

مسائل کو سلجھانے میں اپنی ذہنی اور اخلاقی قوتیں استعمال کریں گے تو مجھ کو یقین ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہم "تعصب" اور "تنگ نظری" کی جو قوتیں ہیں ان پر غلبہ پاسکیں گے۔

میرا یقین ہے اور ہر مسلمان کا یقین ہے بلکہ ہر اس انسان کا یقین ہے جو خدا پر ایمان رکھتا ہے۔ اور یہ یقین رکھتا ہے کہ نیکی کا بدلہ نیکی اور برائی کا نتیجہ برائی ہوگا۔ کہ ہم اگر اس راستہ میں مشکلات برداشت کرنے اور انسانیت کی خدمت گزاری کے پیش نظر ایثار اور قربانی کے لئے تیار ہو جائیں گے تو وہ دن دور نہیں جب کہ ہم یہ دیکھیں گے کہ ہمارے ملک کی سیاست اعلیٰ اخلاقی سطح پر اپنے مسائل حل کرنے پر آجائے گی اور اس طرح ایک اچھا نمونہ دنیا کی سیاست کے بہتر بنانے کے لئے انشاء اللہ ہمارا ملک پیش کرسکے گا۔

مجھ کو یاد ہے جب ہم نے مہاتما گاندھی اور مولانا محمد علی مرحوم کی آواز پر علیگڈھ کالج میں ترک موالات کیا تھا۔ انگریزوں کی قوت نے عوامی تحریک کو دبانے کے لئے سخت تدابیر اختیار کی تھیں چنانچہ کچھ عرصہ بعد اہل ملک میں مایوسی کا دور دورہ ہو گیا تھا لیکن مہاتما جی کا انتہائی اخلاص سچائی اور ان تھک کوششیں تھیں کہ آج ہمارا ملک نہ صرف غیر ملکی تسلط سے آزاد ہو چکا ہے بلکہ اس جد و جہد میں ایک ایسا جدید اخلاقی پہلو یعنے عدم تشدد کا طریقہ کار نمایاں ہوا کہ آج تمام دنیا کے ممالک اس جد و جہد کے طریقے کو بین الاقوامی مسائل کے حل میں مشعل راہ بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

بہر حال مہاتما جی کی زندگی اور بالآخر مسلمانوں پر سے مظالم کو دور کرنے اور ہندو مسلم اتحاد کے قائم کرنے میں جو انہوں نے اپنی جان عزیز سپرد حق کی ہے ہم کو سبق دے گئے اور اس کے بعد بھی اگر کوئی مسلمان ان اصولوں پر یا اس جماعت میں جو ان اصولوں پر کاربند ہونے کی کوشش کر رہی ہے شرکت سے تامل کرے تو میں انتہائی ایمانداری سے اپنی اور اپنے بھائیوں کی بدقسمتی تصور کرتا ہوں۔

میری دعا ہے کہ خدا وند کریم بطفیل نبی اکرم صلعم مجھ کو آپ کو اور تمام بھائیوں کو مسلمان و غیر مسلمان ایسی توفیق دے کہ ہم حقیقی معنوں میں بندگان خدا کی بے لوث خدمت کرسکیں اور جو دکھ درد جس کسی کو ہو اس کے دور کرنے میں اپنی عزیز ترین متاع صرف کرسکیں۔

(اکبر علی خاں)

کمیونزم سے متعلق ہندوستان کا فیصلہ

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۵)

اختلافات رائے نہیں ہے پایا جائے گا۔ اور دولت مشترکہ کی کولمبو کانفرنس میں توقع کی جاتی ہے کہ کوئی متفقہ فیصلہ کیا جائے گا اس فیصلہ کی حیثیت ایک سفارش کی سی ہوگی

یونائٹیڈ پریس آف انڈیا کا خصوصی نامہ نگار باور کرتا ہے کہ دولت مشترکہ کی کانفرنس میں جو ایک نیا موضوع بحث برطانوی وفد کی جانب سے اٹھایا جائے گا وہ یورپ کی مغربی یونین اور دولت مشترکہ کے ممالک کے مغربی یونین کے بارے میں رجحانات سے متعلق ہوگا۔ گذشتہ شب مختلف ممالک کے مندوبین نے اپنے مشیروں کے ساتھ ان تمام مسائل کے بارے میں اپنے طرز عمل کے تعین کے لئے غیر رسمی بات چیت کی جو کانفرنس میں پیش کئے جانے والے ہیں۔

تبت اپنی آزادی کا ثبوت بہت جلد دے گا

لندن ۱۰ جنوری تبت کے ایجنٹ [illegible] نے اعلان کیا ہے کہ وہ تبت کی آزادی کو ثابت کرنے کے لئے ممالک متحدہ امریکہ، برطانیہ، ہندوستان، نیپال اور کیمونسٹ چین کو ایک خیر خواہی کا مشن روانہ کر رہے ہیں۔

ایجنٹ نے یہ پیام یونائیٹیڈ پریس آف امریکہ کی خواہش پر روانہ کیا ہے جس میں انھوں نے بیان کیا ہے کہ آپ کا ۳۰ دسمبر کا تار مجھے ۲۲ جنوری کو وصول ہوا تبت کے سلسلہ میں آپ کے استفسار کی مد میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہماری قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر یہ طے کیا ہے کہ اپنی آزادی کا ثبوت پیش کرنے کے لئے امریکہ، برطانیہ، کیمونسٹ چین اور ہندوستان کو ایک خیر خواہی کا مشن روانہ کیا جائے۔ (ی۔ پ۔ امریکہ)

اعلان

[illegible] عوام کو بذریعہ اعلان ہذا اطلاع دی جاتی ہے کہ [illegible] گزاروں کو کارڈ اجرا کئے جاتے ہیں [illegible] کارڈ اجرا کرنے سے پہلے اس کا اطمینان کرلے کہ درخواست گزار موجود ہے۔

اس کے بعد محمود والنگ آفیسر صاحبان کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ درخواست پیش ہونے پر [illegible] کے نام درخواست گزار کو صحیح ملتا ہے تو کارڈ فوراً اجرا کردیں۔

جیسا کہ اس سے قبل اعلان کیا جاچکا ہے کارڈ [illegible] جنوری [illegible] سے اجرا کئے جائیں گے اگر کسی راشن کارڈ ہولڈر کو نیا کارڈ کسی وجہ سے اب تک نہ ملا ہو تو وہ فوراً اپنے متعلقہ وارڈ پر رجوع ہو کر اپنا نیا کارڈ حاصل کرے کیونکہ ۱۵ جنوری [illegible] سے پرانے کارڈ پر غلہ اجرا نہ کیا جائے گا۔ فقط۔

ناظم راشن بندی

حیدرآباد پکچرس لمیٹڈ

تعلیمی فلم

۱۶ ملی میٹر پر ہماری فلم لائبریری کی خدمات حاصل کیجئے
تفریحی اور تعلیمی فلم کی نمائش کا انتظام حسب ذیل شرح پر کیا جاتا ہے

تعلیمی اداره جات سے	... سکہ فی شو
دیگر اداره جات سے	... سکہ فی شو

مزید تفصیلات دفتر سے حاصل کی جاسکتی ہیں
شعبہ تعلیمی فلم، دی حیدرآباد پکچرس لمیٹڈ

ٹیلیفون نمبر ۵۵۶۵ حیدرآباد دکن

۱۲۷۔ حمایت نگر۔ حیدرآباد دکن

مینیجنگ ایجنٹس

عدنان اینڈ کمپنی حیدرآباد دکن

اعلان

حیدرآباد ون پراڈکٹس لمیٹڈ حیدرآباد دکن ذریعہ ہذا اطلاع دی جاتی ہے کہ حیدرآباد ون پراڈکٹس محدود کا چوتھا معمولی جلسہ عام کمپنی کے رجسٹرڈ شدہ دفتر (۶۲۷) حیدر گوڑہ حیدرآباد دکن میں بتاریخ ۳۰ جنوری ۱۹۴۶ء مطابق ۳۰ اسفندار ۱۳۵۵ف یوم دوشنبہ بوقت ۴ ساعت شام حسب ذیل امور کے تصفیہ کے لئے منعقد ہوگا۔

(۱) نظار کی رپورٹ اور تنقیح شدہ تختہ محاسباتی و حسابات نفع و نقصان ختمہ ۳۰ ستمبر ۱۹۴۵ء مطابق ۳۰ آبان ۱۳۵۵ف کی خواندگی کی توثیق و منظوری۔ (۲) اعلان تقسیم منافع۔ (۳) انتخاب نظار بجائے مسٹر ... اور مسٹر سکھ دیو پرشاد جو باری باری سے حسب دفعہ ۱۰۳ و ۱۰۴ قوانین شراکت کمپنی علیحدہ ہونے والے ہیں لیکن دوبارہ منتخب ہونے کے مجاز ہونے سے اپنے آپ کو انتخاب کے لئے پیش کرتے ہیں۔ (۴) سید حسین صاحب مرحوم کی جگہ مسٹر ... کا بحیثیت ڈائرکٹر کے تقرر کی توثیق۔ (۵) سال رواں کے لئے تنقیح سازوں کا تقرر اور ان کے معاوضہ کا تعین۔ (۶) گاندھی نیشنل میموریل فنڈ میں ادا شدہ چندہ کی منظوری و توثیق۔ (۷) دیگر امور کا تصفیہ جو صدر نشین کی جانب سے پیش کئے جائیں۔

کمپنی کے منتقلی حصص کا رجسٹر من ابتدائے ۲۲ جنوری ۱۹۴۶ء لغایت ۹ فروری ۱۹۴۶ء بند رہے گا۔

حسب الحکم مجلس نظار
منجانب حیدرآباد ون پراڈکٹس لمیٹڈ
برائے عدنان اینڈ کو
ثبت دستخط مرزا جاوید بیگ
مینیجنگ ڈائرکٹر

اعلان

نشان (۵۰) واقع ۷ اسفندار ۱۳۵۵ف ذریعہ ہذا عوام بلدہ حیدرآباد و سکندرآباد کو مطلع کیا جاتا ہے کہ کوئی شخص مجاز نہ ہوگا کہ کسی قسم کی شکر یا شکر سے بنی ہوئی اشیاء ریلوے کے ذریعہ یا کسی اور ذریعہ سے خواہ خشکی ہو یا بر اور تری حسب ذیل مقامات راشن بندی سے کسی دوسرے مقام کو روانہ کرنے کے لئے سپرد کرے اور نہ کوئی ریلوے کا یا کوئی اور شخص اس کو ایک مقام سے دوسرے مقام منتقلی کے لئے قبول کرے گا بجز ایسے پاس کنٹرولر یا اس کے مجاز کردہ کسی عہدہ دار کا صادر نامہ ہو۔ ۱۔ حیدرآباد و سکندرآباد۔ ۲۔ ورنگل۔ ۳۔ گلبرگہ۔ ۴۔ کھمم۔ ۵۔ بیلم پلی۔ ۶۔ سائلی۔ ناظم راشن بندی۔

اعلان

نشان (۵۱) مورخہ ۷ اسفندار ۱۳۵۵ف ذریعہ ہذا عوام بلدہ حیدرآباد و سکندرآباد کو مطلع کیا جاتا ہے کہ کوئی شخص مجاز نہ ہوگا کہ منظورہ ہفتہ واری مقدار کے علاوہ کسی قسم کی شکر کی ایسی مقدار حاصل کرے یا اپنے قبضہ میں رکھے جس سے اس کی مجموعی مقدار دو سیر سے بڑھ جائے نیز مالکان ہوٹل و دیگر ادارہ جات مجاز نہ ہونگے کہ ان کے منظورہ ہفتہ واری مقدار کے علاوہ کسی قسم کی شکر کی ایسی مقدار حاصل کریں یا اپنے قبضہ میں رکھیں جس سے اس کی مجموعی مقدار منظورہ ہفتہ واری مقدار کے لحاظ سے دو ہفتہ کی مقدار سے بڑھ جائے بجز اس کے کہ وہ ایسے اجازت نامہ کی بنا پر حاصل کی جائے یا قبضہ میں رکھی جائے جو کنٹرولر یا اس کے مجاز کردہ عہدہ دار کا اجرا کردہ ہو۔ شرح دستخط۔ ناظم راشن بندی۔

اعلان

نشان (۴۹) مورخہ ۳ اسفندار ۱۳۵۵ف

ذریعہ ہذا عوام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ دفتر ناظم راشن بندی و حیلہ فارڈ وارڈ راشننگ کو یہ جمعہ کے اتوار کو ہفتہ واری تعطیل رہے گی۔ ان دفاتر کے اوقات کار ۹ تا ۴ بجے ۱ تا ۵ مقرر کئے گئے۔ اس کا نفاذ ۸ جنوری ۱۹۴۶ء سے ہوگا۔ فقط

منجانب ناظم راشن بندی

اعلان متعلقہ مکان

نمبر (۱۲۱۵) مرزا مسعود جنگ آباد

ذریعہ ہذا مشتہر کیا جاتا ہے مکان نمبر (۱۲۱۵) محلہ جیلی پورہ امد جنگ آباد جو مدت دراز سے زرخرید مملوکہ و مقبوضہ امیر مرزا ابن سلطان مرزا سابق میر منشی ورنمنٹ ... ہے تفضل حسین نامی شخص جو کرایہ دار امیر مرزا تھا اس نے بہ مقصد تخلیہ کے مقصد سے سازش کی تھی اس کے مقابل پر اجلاس کنٹرولر صاحب سے ڈگری قطعی صادر ہوچکی ہے۔ دیوانی سے دخل دہانی کی کارروائی جاری ہے کوئی صاحب ثالث بہ سازش کرایہ دار ناواقف حقیقت اشخاص کو دھوکا دینے اور رقم حاصل کرنے کے جرائم کے مرتکب ہوں جیسا کہ مسموع ہو رہا ہے بطریق مستند ضابطہ مکان نمبر مذکور کے نسبت ملکیت کا یقین حاصل کئے بغیر رقم دے کر یا کسی طرح سے بھی شخص غیر مجاز سے جو معاملہ کریں گے تو وہ قانونی جوابدہی اور مجرمانہ افعال کی سازش سے بری متصور نہ ہوں گے۔ فقط

المشتہر

امیر مرزا مالک مکان نمبر (۱۲۱۵) امد جنگ آباد

دی کوآپریٹیو پرنٹنگ پریس لمیٹڈ میں چھپ کر دفتر مملکت سانچہ قرب حیدرآباد دکن سے شائع ہوا۔